

نقل حدیث پر پابندی کے نتائج

<?xml encoding="UTF-8">



نقل حدیث پر پابندی کے نتائج
غلام محمد کراروی

جب پیغمبر اسلام انسانوں کی ہدایت اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں تئیس سال کی زحمت برداشت کر کے وفات پا گئے تو غصب خلافت وفدک، رسول کی بیٹی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی بی حرمتی جیسے بہت ساری انحرافات وجود میں آئے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم ص کی احادیث کو تحریر کرنے سے منع کیا گیا نہ صرف یہی بلکہ خیالی اور بے بنیاد دلائل کی بنا پر احادیث نبوی کو جلایا گیا کہ جس کی وجہ سے اسلامی بلکہ انسانی معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا، چونکہ ۲۳ سالوں میں بیان کی گئیں رسول اکرم (ص) کی احادیث جو رہنمائی، ہدایت اور حکمتوں پر مشتمل خزانہ تھا، معدوم ہو گئیں۔

البتہ معصوم اماموں کے وجود کی برکت سے شیعہ معاشرہ رسول اکرم کی احادیث سے محروم نہ رہا، لیکن مسلمانوں کی کثیر تعداد احادیث نبوی سے محروم رہی۔

ذیل میں حدیث کی کتابت پر پابندی کے اسلامی معاشرے پر برے نتائج اور منفی اثرات کو مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔

کتابت حدیث پر پابندی کا بہانہ (بے بنیاد دلیل)

حدیث پر پابندی لگانے والوں کا بنیادی نعرہ

”حسبنا کتاب اللہ“

تھا کہ نہایت ہی ہوشیاری سے یہ نعرہ بلند کیا گیا۔ جس کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ ابن وہب کہتا ہے: میں نے مالک سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: کہ عمر بن خطاب نے حدیث لکھنے کا ارادہ کیا اور شاید اس نے لکھا!۔ پھر کہا :

لا کتابَ مَعَ کتابِ اللہ؛

کتاب خدا وندی کے ساتھ کوئی دوسری تحریر نہیں ہونی چاہیے یہ وہی

حسبنا کتاب اللہ

کا نعرہ ہے جس کو عمر نے ہی بلند کیا تھا۔ (1)

اس حدیث کی روایت کرنے والے تمام راوی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نقل حدیث پر پابندی کا پہلے سے منصوبہ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ یہ خیال اچانک عمر کے ذہن میں آیا۔ لیکن ان لوگوں نے اس نکتہ کی طرف توجہ نہیں کی کہ ان کا یہی نقل پیغمبر کے زمانے میں حدیث کی تدوین پر پابندی نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

2۔ یحییٰ بن جعدہ کہتا ہے: عمر بن خطاب نے حدیث لکھنے کا ارادہ کیا اور اس نے لکھا۔ اس کے بعد اس کی رائے تبدیل ہوئی اور اس وقت تمام شہروں میں پیغام بھیجا کہ جس کسی کے پاس پیغمبر سے منسوب کوئی حدیث ہو تو اسے ختم کر دے۔ (2)

3۔ محمد بن سعد بیان کرتے ہیں: عمر بن خطاب نے حدیث تحریر کرنے کا فیصلہ کیا اس سلسلے میں ایک مہینے تک خدا سے اچھائی کی دعا کی اور اس کے بعد حدیث کی تحریر پر پابندی کا فیصلہ کیا ہے اور کہا: ایسے لوگ یاد آرہے ہیں جنہوں نے کچھ لکھا تھا پھر اسی کی طرف توجہ دیئے تھے اور کتاب خدا کو چھوڑ دیا" (3)

حدیث نقل کرنے میں سختی سے منع

اگر عمر حقیقت میں اس نتیجے تک پہنچے کہ سنت نہ لکھوں یہ اس کے اپنے لیے معتبر ہے اگر واقعا اس کے پیچھے خطرناک سازش نہ ہوتی تو حدیث نقل کرنے میں اتنے سختی نہ کرتے اس حوالے سے مندرجہ چند ذیل نمونے ملاحظہ ہوں۔

1۔ اصحاب کی گرفتاری

سعید بن ابراہیم اپنے باپ سے نقل کرتا ہے: عمر نے ابن مسعود؛ ابو درداء اور ابوذر سے کہا کہ پیغمبر سے حدیث کیوں نقل کرتے ہو؟ راوی کہتا ہے میرا یہی خیال ہے کہ مرتے دم تک مدینے میں ان کو محبوس کیا گیا۔ (4)

2۔ حدیث نقل نہ کرنے کی تاکید

صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف اپنے باپ سے نقل کرتا ہے: خدا کی قسم عمر نے مرنے سے پہلے پیغمبر کے اصحاب جیسے عبداللہ بن حذافہ، ابودرداء، ابوذر و عقبہ بن عامر کو مدینے میں جمع کیا اور کہا پیغمبر کی احادیث کو کیوں مختلف شہروں میں پھیلاتے ہو؟

اصحاب نے کہا آیا ہمیں اس چیز سے منع کرتے ہو؟ کہ انہیں! اس کے بعد عمر نے قسم کھا کر کہا جب تک میں زندہ ہوں میری پاس ٹھہرائے لہذا ان اصحاب کو مدینے میں روکا یہاں تک وہ خود مر گیا۔ (5)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر واقعا عمر ان کو حدیث نقل کرنے سے منع نہیں کر رہے تھے تو انہیں مدینے میں روکا کیوں؟

قرظہ بن کعب کہتا ہے: عمر نے ہمیں کوفے کی جانب روانہ کیا اور احراز نامی جگہ تک ہمارے ساتھ ہمراہی کی اور کہا تمہیں پتہ ہے کہ میں یہاں تک کیوں آیا؟

ہم نے کہا رسول اور انصار رسول کی خاطر۔

اس (عمر) نے کہا میں ایک مطلب کو بتانے کی خاطر آیا ہوں وہ یہ کہ تم لوگ ایسی جماعت کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سے بہت زیادہ انس رکھتی ہے جب انہیں پتہ چل جائے گا کہ تم اصحاب پیغمبر ہو تو وہ لوگ پیغمبر کی حدیث سننا چاہیں گے لہذا جتنا ہوسکے حدیث پیغمبر کم نقل کرنا میں تمہارا شریک اور ہمراہ رہوں گا۔ (6)

قرظہ کہتا ہے: جب میں عراق گیا تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بتائیں میں نے کہا عمر نے حدیث نقل کرنے سے منع کیا ہے

ابوبکر بن عیاش کہتا ہے: کہ میں نے ابو حصین سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ عمر جب بھی کسی ملازم کو کسی شہر

میں بھیجتے وقت ہمارے کرتے تو یہ گوشزد کرتے کہ لوگوں کے سامنے صرف قرآن بیان کریں اور پیغمبر کی حدیث نقل کرنے سے پرہیز کریں۔ (7)

3. تفسیر قرآن سے ممانعت

ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ کی کتاب میں نقل کیا ہے: عمرؓ کہتا تھا کہ قرآن کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور اس کی تفسیر نہ کرو رسول خدا (ص) سے احادیث کو بھی کم نقل کیا کرو میں بھی اس کام میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (8)

4. حدیث بیان کرنے والوں کی سرزنش

عمر نے حدیث بیان کرنے سے منع کیا اور ناقلان حدیث کو زندانی کرنے پر اکتفا نہیں کیا کرتا تھا بلکہ کبھی کبھی ناقلان حدیث کی سرزنش کرنے کے ساتھ ان کو سزائیں بھی دیا کرتا تھا۔ اذان نے بیان کیا ہے: کہ عمر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے اطراف میں جمع ہیں عمر نے پوچھا وہ کون ہے تو انہوں نے کہا ابی بن کعب ہے جو مسجد میں لوگوں کیلئے پیغمبر کی احادیث بیان کر رہا تھا اور لوگ مسجد سے باہر آئے تاکہ اس سے سوال کریں۔ عمر ابی بن کعب کے سر میں تازیانہ مارنے لگا۔ ابی نے کہا: اے امیر المؤمنین کیا کر رہے ہو؟ عمر نے کہا میں جان بوجھ کر مار رہا ہوں تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارا یہ کام تمہیں فتنے میں ڈالے گا اور ان لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیگا۔ (9)

عمر نے فقط نقل حدیث سے منع کرتا تھا بلکہ احکام الہی کی علت اور حکمت کے بارے میں سوال کرنے سے بھی منع کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ کوئی بھی صاحبان حدیث سے سوال کرنے کی جرئت نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی سوال کر بھی لیتا تو صحابہ کرام فلسفہ احکام بیان کرنے کی جرئت نہ کرتے اس طرح ایک جابرانہ ماحول تھا کہ اگر کوئی احکام کی حکمت اور علت کے بارے میں پوچھتا تو اس کو خارجی کے لقب دیتا تھا۔ جس طرح عمر نے صبیح نامی شخص کو سوال کرنے کی بنا پر جلاوطن اور اس کے ساتھ ہمنیشینی سے منع کیا (10)

اس مسئلے میں خلیفہ کے ہم خیالوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

بیہقی کہتا ہے: ایک عورت بی بی عائشہ کے پاس آئی اور کہا حیض والی عورت کیونکر روزے کی قضاء بجا لائے اور نماز کی قضاء بجا نہ لائے؟ عائشہ نے کہا تم حروری (خارجی) ہو! اس عورت نے کہا میں خوارج میں سے نہیں ہوں مگر سوال کرونگی۔

عائشہ نے کہا: یہ پیغمبر کے زمانے میں ہی تھا کہ ہمیں روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا جبکہ نماز کی قضاء کا حکم نہیں ہوا تھا۔ (11)

لیکن اہلبیت علیہم السلام کے وجود کی برکت سے شیعوں کے درمیان سوال و جواب آزاد تھا اور احکام الہی کی حکمتیں بیان ہوتی تھیں اسی حوالے سے انہی عظیم ہستیوں سے نقل ہوا ہے کہ چونکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ واجب ہے لہذا اسکا قضا بجالانا چاہئے جبکہ نماز ہر روز ادا کرنی ہوتی ہے اسلئے اسکی قضا نہیں ہے۔ (12)

دو بنیادی سوالات

نقل حدیث پر پابندی لگنے کے برے اثرات کو بیان کرنے سے پہلے درج ذیل میں دو سوال مطرح کریں گے:

1۔ پیغمبر ص کے بعد اسلامی حکمرانوں نے کس دلیل کی بنیاد پر حدیث نقل کرنے سے روکا؟ جبکہ یہ کام خود رسول اللہ ص کے دور میں مرسوم تھا اور منابع عامہ میں ایسی روایات ملتی ہیں جو اس بات کی تائید کرتی ہیں یہاں پر بطور نمونہ دو روایتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

الف: عبد اللہ بن عمر ابن عاص کہتا ہے کہ "مجھے قریش والوں نے کہا کہ: تم رسول اللہ ص کی احادیث لکھ لیتے ہو جبکہ آپ ص بھی دوسرے افراد کی طرح بشر ہیں اور دوسروں کی طرح غضبناک ہوتے ہیں۔ رسول اللہ نے اپنے

دونوں لبوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِمَّا بَيْنَهُمَا إِلَّا حَقٌّ فَاكْتُبْ؛

خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے دو لبوں سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا ہے لہذا (حدیثوں کو) لکھو" (13)

ب۔ صحیح سند کے ساتھ عمر بن شعیب سے اور اس نے اپنے باپ اور دادا سے نقل کر کے کہا ہے: کہ میں نے رسول اللہ ص سے کہا:

أَكْتُبُ كُلَّ مَا أَسْمَعُ مِنْكَ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) : نَعَمْ. قَالَ : فِي الرِّضَا وَالْعَصَبِ؟ قَالَ : نَعَمْ فَإِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا الْحَقَّ؛ (مجھے اجازت دینگے کہ) جو کچھ آپ سے سنتا ہوں ؛ لکھوں؟ رسول اللہ نے فرمایا: جی۔ میں نے کہا رضا اور غضب کی حالت میں بھی؟ فرمایا: جی؛ کیونکہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا ہوں" (14)

ج۔ عبداللہ ابن عمر کہتا ہے: میں نے رسول اللہ سے جو کچھ سنا اس کے لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ ص نے مجھے اجازت دی۔ (15)

جب عمر کا بیٹا اس حدیث کو نقل کرتا ہے تو حاکم وقت نے کس بنا پر نقل اور تدوین حدیث پر پابندی لگائی اور حدیث نہ لکھنے کو احتیاط اور تقویٰ کی نشانی تصور کیا

البتہ تاریخ میں خلیفہ دوم کا نص کے مقابلے یہ پہلا اور آخری اجتہاد نہیں ہے بلکہ تاریخ کے صفحات میں اس طرح دسیوں موارد دیکھنے کو ملتے ہیں (16)

2۔ نقل اور تدوین حدیث پر پابندی سے عامہ کی تاریخ میں سنت نبوی کا ایک اہم حصہ نابود ہو گیا اور جو احادیث ان تک پہنچی ہیں یا تو نامکمل یا متضاد ہیں ؛ باوجود اینکہ خود کو اہل سنت سے تعبیر کرتے ہیں !! کونسی سنت؟! وہ سنت رسول جو دو خلیفوں نے تباہ کر دی ؟

لیکن شیعہ خود کو اہل سنت کہہ سکتے ہیں چونکہ رسول اللہ ص کی صحیح سنت اہل بیت اطہار کے توسط سے شیعوں تک منتقل ہوئی ہے۔

روایت پر پابندی کے نتائج

ایک۔ حدیثوں کو جلانا

ممنوعیت نقل اور تالیف حدیث پر پابندی کا پہلا نقصان رسول اللہ کی جمع شدہ حدیثوں کو جلانا اور ان حدیثوں کے جمع کرنے والوں کو ہراساں کرنا تھا۔

حدیث سوزی کو بیان کرنے والے کچھ روایات کی طرف توجہ کریں:

1۔ عایشہ کہتی ہے: میرے والد نے رسول اللہ کی پانچ سو احادیث جمع کی تھیں ۔ ایک رات میں نے ان کو بہت پریشان دیکھ کر غمگین ہوئی اور عرض کیا آپ بیمار ہیں یا کسی فکر کی وجہ سے نہیں سو پارہے ہیں ؟ دوسرے دن صبح مجھ سے کہا کہ میری بیٹی جو احادیث تمہارے پاس ہیں ان کو لے آؤ جب میں نے لے آئی تو ان کو جلا ڈالا ۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے انہیں کیوں جلا ڈالا ؟ کہا کہ مجھے اس چیز سے خوف لاحق ہوا کہ کہیں میں مر نہ جاؤں اور یہ احادیث میرے پاس پڑی ہوں (17) جب کہ جس طرح میں نے نقل کیا ہے حقیقت میں ایسا نہ ہو (18)

(یعنی ممکن ہے کہ میں نے اشتباہ نقل کیا ہو)

ابو بکر کے اس کام کو حضرت فاطمہ س کی حفظ حدیث کے لئے انجام دینے والے اقدام کے ساتھ مقایسہ کریں تو ان کے درمیان زمیں اور آسمان کا فرق نظر آتا ہے ۔

مدینہ کے مومنین میں سے کسی شخص نے حضرت زہرا س سے ایک روایت طلب کی تو آپ س نے فضہ سے فرمایا اس روایت کوجو کہ ایک کاغذ پر لکھی ہوئی ہے لے آؤ۔ بہت تلاش کے بعد بھی وہ حدیث نہیں ملی تو حضرت زہرا س رنجیدہ خاطر ہوئی ں اور فرمایا افسوس ہوتم پر ڈھونڈو اور پیدا کرو چونکہ اس حدیث کی اہمیت میرے نزدیک حسن اور حسین عیہما السلام کی اہمیت کے برابر ہے۔ (19)

2۔ عبداللہ بن العلاء کہتا ہے: میں نے قاسم سے چاہا کہ کچھ احادیث میرے لے لکھوادے تو انہوں نے کہا کہ عمر کے دور میں احادیث کی تعداد بڑھ گئی تو عمر نے لوگوں سے احادیث جمع کروانے کو کہا اور جب لوگ احادیث لے آئے تو انہیں جلا دینے کا حکم دیا۔ (20)

3۔ عمر نے تمام شہروں کو لکھا: جس کسی کے پاس بھی حدیث ہو وہ حتما ان احادیث کو نابود کریں۔ (21)

4۔ محمد بن ابوبکر نے نقل کیا ہے: عمر کے زمانے میں احادیث کی تعداد زیادہ ہوئی اور جب ان احادیث کو آپ کے پاس لایا گیا تو حکم دیا کہ سب کو جلا ڈالیں۔ (22)

اس قدر یہ معاملہ شدت اختیار کر گیا کہ راوی حضرات خود ہی حدیث نقل کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے یہاں پر دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

شعبی کہتا ہے: ایک پورا سال عمر کے بیٹے (عبداللہ) کے ساتھ زندگی گزاری اور اس دوران یہاں تک کہ رسول اللہ کا ایک فرمان بھی نہیں سنا۔ (23)

سائب ابن یزید کہتا ہے: میں نے مدینے سے مکہ تک سعد ابن مالک کے ساتھ سفر کیا لیکن اس پورے سفر کے دوران رسول اللہ کی ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ (24)

درحقیقت دیکھا جائے تو خلفا اپنے اس خطرناک اور نقصان دہ برتاو سے کیا نتیجہ لینا چاہتے تھے؟ اور کس لئے یہ بڑا حادثہ برپا کیا؟

کوئی بھی عقل مند جو کسی حد تک رحلت پیغمبر (ص) کے بعد کے حالات اور غصب خلافت کے واقعے سے آشنائی

رکھتا ہے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے یہ ساری کارستانیوں اس لئے تھیں کہ امامت اور ولایت کے بارے میں

موجود احادیث اور اسی طرح ان آیات کی تفسیر جو امامت ولایت کے بارے میں ہیں پوری طرح نابود کردی جائے اور ہمیشہ کے لئے معاشرے سے مٹا دی جائے، اور اس طرح ہمیشہ کے لیے آسودہ خاطر ہو جائیں۔

ایک محقق کہتا ہے: "شواہد بتاتے ہیں کہ اس حکم (منع حدیث) کا صادر کرنا سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے

تھا اور ہدف یہ تھا کہ اس حکم کے ذریعے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو جو خاص مقام و مرتبت اس وقت

حاصل تھی اسکو مٹانا چاہتے تھے چونکہ آپ علیہ السلام نے رسول اللہ ص کی زندگی میں ہی کئی کتابیں لکھ

ڈالی تھیں کہ جن میں پیغمبر ص کی احادیث کو جمع فرمایا تھا" (25)

دوم۔ حدیث بیان کرنے والوں کو قید کرنا

ممنوعیت حدیث فقط رسول اللہ کے بعد کے زمانے تک محدود نہ رہی، بلکہ لمبے عرصے تک یہ بری عادت جاری

رہی اور راویان احادیث کو زندانی و قید کرنے کا ایک بہانہ بنایا گیا۔ اس ناروا سلوک کا سلسلہ درج ذیل نمونوں

میں مشاہدہ کر سکتے ہیں:

1۔ عثمان کا دور حکومت:

ابن کعب کہتا ہے کہ: "عبد الملک ابن مروان سے سنا کہ وہ مدینہ والوں کو کہہ رہا تھا: تم لوگ پہلے والے حکم

کے پابند ہونے کے لیے مناسب ترین لوگ ہو، ہمیں مشرق کی طرف سے کچھ احادیث ملتی ہیں کہ ہم انہیں

نہیں جانتے اور فقط جس طرح تمہارے مصحف میں آیا ہے اسی طرح قرآن ک تلاوت کیا کرو کیونکہ ہم اسی کو

پسند کرتے ہیں، اور تمہارے امام عثمان نے کچھ فرائض کو زیدابن ثابت کے مشورے سے جمع کیا ہے۔ پس جو کچھ ان دونوں نے کہا ہے اسکو محکم کرو اور جو ان دونوں کے واسطے سے نہیں پہنچا ہے اس کو ختم کرو" (26)

2. معاویہ کا دور حکومت

معاویہ جو کہ علی الاعلان امامت اور تشیع کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے تھا، اپنے ناپاک عزائم کو عملی کرنے کے لیے بہترین بہانہ حاصل کرچکا تھا جسکی بنیاد اس سے پہلے کے خلفاء رکھ چکے تھے۔ رجاء ابن مسلم کہتا ہے: "معاویہ نے کہا: احادیث کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرو جس طرح عمر کے دور میں کیا جاتا تھا، واقعا اس نے لوگوں کو رسول اللہ کی احادیث بیان کرنے سے ڈرا دیا تھا۔ (27)

3. خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کا زمانہ

بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالم خلفاء کے دور میں نہ صرف یہ کہ صحیح سنت اور اہلبیت ع کی روایات کے نقل کرنے پر پابندی لگی بلکہ صحیح احادیث نقل کرنے والوں کا شدت کے ساتھ پیچھا کیا گیا اور انہیں قید و بند کی مشکلات دیکھنا پڑیں، یہاں ایک نمونے کا ذکر کیا جاتا ہے:

محمد ابن ابی عمیر جو کہ ایک شیعہ راوی تھے ہارون الرشید کے دور خلافت میں گرفتار ہوا، اسکا شدید جسمانی ریمانڈ کیا گیا تاکہ وہ راویوں اور شیعوں کی مخفی گاہوں اور احادیث کو چھپانے کی جگہوں کو فاش کرے لیکن اس نے ثابت قدمی دکھائی تو دشمنوں کی طرف سے سختیوں میں اس حد تک اضافہ ہوا کہ آخر کار جب وہ زبان کھولنے پر مجبور ہوا اور بتانے لگا تو اچانک اس کے ہم زندانی محمد ابن یونس ابن عبد الرحمن کی آواز اسکو آپے میں لے آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے محمد! اللہ سے ڈرو اور صبر اختیار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رہائی حاصل ہو!۔ اس طرح وہ مقاومت کرتے رہے اور چار سال بعد رہائی ملی تو دیکھا کہ دفن کی ہوئے ساری احادیث خراب ہوچکی ہیں، ابن عمیر نے تمام احادیث کو دوبارہ زبانی لکھا۔ (28)

سوم۔ جعل حدیث

خلفا بالخصوص خلیفہ دوم کے ذریعے نشر احادیث پر پابندی سبب بنی کہ کچھ لوگ ڈرکی وجہ سے اور کچھ لوگ ان کے اطاعت کرتے ہوئی حدیث نقل کرنے سے احتراز کریں کہ جس کے نتیجے میں کچھ احادیث اور روایات محو ہوگئیں اور آہستہ آہستہ راوی حضرات بھی دنیا سے چلے گئے۔

اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ بنو امیہ کے بادشاہان اور بنی عباس کے کچھ لوگوں نے بھی حدیث کے انتشار پر پابندی عائد کی اور دوسری طرف سے جن لوگوں نے امام علی ع کی شہادت کے بعد قدرت حاصل کی اپنے منصب کی تائید اور تصدیق کے محتاج تھے۔ لہذا وہ کچھ لوگوں کو رشوت دیکر اپنی حکومت کی تائید اور اہل بیت ع کی تضعیف کی خاطر احادیث بنانے کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ نے بھی اس بات کی پیشن گوئی فرمائی تھی جیسا کہ آپ سے نقل ہے:

آخری زمانے میں امت کا ایک طبقہ ایسی احادیث تمہارے لئے نقل کریگا کہ جسے تم اور تمہارے آبا و اجداد نے نہیں سنا ہوگا تو اس وقت تمہیں چاہئے کہ ایسے لوگوں سے دوری اختیار کرو۔ (29)

سہل بن سعد رسول اللہ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ... لَيَرِدَنَّ عَلَى أَقْوَامٍ أَعْرِفُهُمْ وَ يَعْرِفُونَنِي، ثُمَّ يَحَالُ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ ... فَأَقُولُ سُحْقًا سُحَقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي؛

میں تم لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر حاضر ہونگا۔۔۔ بتحقیق ایک جماعت میرے پاس وارد ہوگی کہ میں

انہیں پہچان لونگا اور وہ مجھے پہچان لینگے پھر اس کے بعد میرے اور ان کے درمیان جدائی ہوگی (اور وہ حوض کوثر سے دور ہوجائینگے)۔۔۔۔ اس وقت میں کہونگا دور ہوجاو دور ہوجاو جنہوں نے میرے بعد (حالات کو) تبدیل کیا تھا۔(30)

البتہ اس نکتے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ جعل حدیث کا آغاز خلیفہ اول اور دوم کے زمانے سے ہی ہوچکا تھا جھوٹی احادیث مثلاً:

"نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورَثُ؛

ہم انبیا کسی چیز کو وراثت میں نہیں چھوڑتے ہیں؛

"وَلَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الْخَطَا"

میری امت غلطی پر جمع نہیں ہوگی

"وَيَا أَصْحَابِي كَالنَّجُومِ بَابِهِمْ إِفْتَدَيْتُمْ، إِهْتَدَيْتُمْ؛

اور میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاوگے؛"؛ سیاسی اور اقتصادی مقاصد کے حصول کی خاطر بنائی گئی تھیں؛ لیکن بعد میں ان احادیث کو اچھی خاصی شہرت مل گئی کہ یہاں پر اسی طرح کی کچھ احادیث کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

1۔ ابو جعفر اسکافی کہتا ہے: معاویہ نے بعض اصحاب اور تابعین کو علی ع سے بیزاری اور آپ کی مخالفت میں احادیث جعل کرنے پر وادار کیا اور اس کام کے لئے بہت بڑی اجرت تعیین کی اور ابوہریرہ، عمرو بن عاص، عروہ بن زبیر --- جیسے لوگوں کو اجیر کیا ہوا تھا۔(31)

2۔ صحیحین (مسلم اور بخاری) میں ابو ہریرہ سے 5374 روایتیں نقل ہوئی ہیں اور 446 حدیث صرف بخاری نے ان سے نقل کی ہیں؛ جب کہ ابو ہریرہ نے صرف تین سال رسول اللہ کو درک کیا ہے اور اپنے دور میں ان پر جھوٹے ہونے کا الزام تھا اور بیت المال میں خیانت کی وجہ سے عمر کے ہاتھوں تازیانے کھائے تھے(32) اور اس نے خود بھی حدیث جعل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث ابو ہریرہ کے واسطے رسول اللہ سے نقل ہوئی ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ کرتا ہے:

"فَقَالُوا --- يَا أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ؟ قَالَ : لَا هَذَا مِنْ كَيْسِ أَبِي هُرَيْرَةَ؛

جب اس نے حدیث سنائی تو لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ کیا تم نے اس مطلب کو رسول اللہ سے سنا ہے؟ تو کہا: نہیں؛ یہ ابو ہریرہ کی تھیلی ہے۔(33)

خود ابو ہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔۔۔ میرے اصحاب میں سے ایک گروہ قیامت کے دن میرے پاس وارد ہوگا پھر وہ حوض کوثر سے دور ہوجائینگے میں عرض کرونگا اے پالنے والے! یہ میرے اصحاب ہیں؟ تو خدا کہے گا: تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا بدعتیں ایجاد کیں یہ لوگ (حق کی ہدایت سے) پھر گئے تھے۔(34)

یہ بات قابل غور ہے کہ بخاری نے جو کہ امام صادق علیہ السلام سے سو سال بعد اس دنیا سے چل بسا ہے ایک حدیث بھی امام صادق ع سے نقل نہیں کی ہے اور یہاں تک کہ حدیث ثقلین جیسی حدیث متواتر کو بھی نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو یہاں تک کہ راوی کے عنوان سے قبول نہیں کیا ہے اور حضرت فاطمہ (س) سے جو کہ معصومہ سلام اللہ علیہا ہے سے صرف ایک حدیث نقل کی ہے جبکہ عائشہ سے 242 اور ابو ہریرہ سے 446 روایتیں لے آیا ہے۔(35)

اس طرح کی رفتار کا نتیجہ یہی ہے کہ ابن حجر اتنے تعصبت کے باوجود کہتا ہے: "حفاظ؛ نے صحیح بخاری کی 110 احادیث کو کہ جن میں سے 32 کو مسلم نے نقل کیا ہے مورد تردید قرار دیا ہے۔" پھر اضافہ کرتا ہے کہ بخاری کی اکثر حدیثیں رجالی اعتبار سے ضعیف ہیں۔" (36)

جب صحیحین کی حالت یہ ہو تو غیر صحیحین کی کیسی حالت ہوگی؟ مطالعہ کرنے والا خود ہی اچھی طرح اندازہ لگا سکتا ہے۔

3۔ انس بن مالک کہتا ہے: رسول اللہ نے فرمایا: "میں اپنے اصحاب میں سے فقط معاویہ بن سفیان کو 80 یا 70 سال نہیں دیکھ پاؤنگا اور پھر اس کے بعد اس کو دیکھ پاؤنگا جبکہ اس کو رحمت الہی نے گھیرا ہوا ہوگا، اس کو کہوئنگا: اے معاویہ! وہ کہے گا

لَبَّيْكَ يَا

محمد! میں ان سے کہوئنگا کہ یہ اسی سال کہاں تھے؟ کہے گا: اپنے پروردگار کے عرش تلے ایک باغ میں، وہ مجھ سے مناجات کرتا تھا میں ان سے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا تھا اور میں ان پر اور مجھ سے کہا کہ یہ ان گالیوں کے بدلے ہیں جو دنیا میں تم کو دی گئی" (37)

ہاں جب اصلی سنت جلادی گئیں اور نقل و تدوین احادیث ممنوع قرار پائے، تو معاویہ جیسے عرش نشین ہو جائینگے! خطیب بغدادی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: "یہ حدیث متن اور سند دونوں کے اعتبار سے غلط ہے اور حدیث بنانے والے نے اسے سریج ابن یونس سے نقل کیا ہے" (38)

4۔ خطیب نے ابن عمر سے نقل کیا ہے: "جب ابو بکر پیدا ہوئے تو اللہ نے بہشت عدن سے مخاطب ہو کر کہا: میری عزت و جلال کی قسم، جو اس مولود سے محبت نہیں کرے گا تجھ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔" بعد میں کہتا ہے: کہ یہ حدیث غلط ہے اور اس کی سند میں دو شخص مجہول الحال ہیں۔" (39)

کبھی تو ایسی احادیث بھی جعل ہوئی ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان مسلمہ تاریخ سے بھی سازگاری نہیں رکھتیں مسلم اپنے صحیح میں!! ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے اصحاب کی فضیلت میں کہتا ہے: "مسلمان ابوسفیان کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے اور اس کو اپنے بڑے کے عنوان سے قبول نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ص نے فرمایا: اے ابو سفیان! تین چیزیں مجھے دے دو، ابوسفیان نے کہا: عرب کی بہترین لڑکی جو کہ ام حبیبہ ہے سے ازدواج کرو! پیغمبر (ص) نے قبول فرمایا، ابوسفیان نے کہا معاویہ کو اپنا کاتب قرار دو، آپ نے قبول کیا! کہا کہ مجھے حکم دو کہ میں کفار کے ساتھ جنگ کروں، پیغمبر نے قبول فرمایا۔" (40)

یہ حدیث اسلام کی مسلمہ تاریخ سے مخالفت رکھتی ہے، چونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ام حبیبہ مکہ میں عبداللہ جحش کے عقد میں آئی اور ان میاں بیوی کے حبشہ ہجرت کرنے اور پھر عبداللہ کے نصرانی ہوجانے کے بعد یہ خاتون عبداللہ سے جدا ہوئی اور پیغمبر ص کے عقد میں آئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ ابوسفیان فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا نہ کہ فتح مکہ سے پہلے اور معاویہ بھی پیغمبر کے کاتب نہیں تھے۔ (41)

روایات کو جعل کرنے والے اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ رسول اللہ ص کی شان کو بھی مورد حملا قرار دیا۔ بخاری ابو ہریرہ سے نقل کرتا ہے:

ایک دفعہ عید کے دن کچھ سوڈانی سیاح نے مسجد نبوی میں جمع ہو کر لہو و لعب کے سامان کے ذریعے لوگوں کو مشغول کر رکھا تھا رسول اللہ ص نے عایشہ سے فرمایا: دیکھنا چاہتی ہو کیا؟ بولی: ہاں؛ یا رسول اللہ ص آنحضرت نے اس کو کاندھے پر ایسے اٹھایا کہ انکا سر آپ ص کے شانوں پر اور چہرہ چہرہ مبارک کے ساتھ لگا ہوا تھا! آنحضرت ص نے ان کو دستور دیا کہ اچھی طرح کرتب دکھائیں تاکہ عایشہ لطف آندوز ہو یہاں تک کہ عایشہ تھک

گئی اور اس وقت آپ نے اس کو نیچے اتارا۔" (42)

اس جیسی سینکڑوں بناوٹی احادیث کے نمونے اہل سنت کے منابع میں جا بجا ملتے ہیں کہ جنہیں جوڑھے راویوں نے جعل کیا ہے۔ لیکن معصوم اماموں کے وجود کی برکت سے شیعہ احادیث کے مجموعے اس طرح کی بناوٹوں سے محفوظ رہے ہیں، اگرچہ شیعہ روایات کے درمیان بھی ضعیف اور جعلی احادیث ملتی ہیں لیکن خوش قسمتی سے اماموں کی طرف سے پیش شدہ معیارات کے ذریعے آسانی سے تشخیص دی جا سکتی ہیں۔ شیعہ اماموں نے رسول اللہ کی صحیح سنت کو بیان کرنے کے علاوہ جب بھی موقع ملا ہے منابع عامہ میں موجود جعلی روایات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے نمونے کے طور پر امام جواد (ع) کا یحییٰ بن اکثم کے ساتھ کئے جانے والے مناظرہ کی طرف توجہ کریں:

یحییٰ نے امام علیہ السلام سے کہا: اے فرزند رسول ص اس روایت کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے جو (اہلسنت سے) نقل ہوئی ہے: کہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو پیغمبر اکرم ص کی خدمت میں بھیجا تاکہ رسول اللہ سے یہ دریافت کریں کہ ابوبکر سے پوچھئے: کیا وہ خداوند سے راضی ہے یا نہیں؛ جبکہ اللہ کی ذات اس سے راضی ہے؟

امام ع نے تقیہ کے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے روایت کو مسترد کر کے فرمایا: میں ابوبکر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں، لیکن جس نے یہ خبر نقل کی ہے اس کو رسول اللہ کے دستور کے مطابق عمل کرنا چاہیے جو رسول اللہ نے حجہ الوداع میں بیان کیا تھا، رسول اللہ نے فرمایا: میرے بعد حدیث جعل کرنے والے بہت ہونگے اس اعتبار سے ضروری ہے احادیث کو کتاب خدا اور میری سنت کے سامنے پیش کرو، جو بھی کتاب خدا اور میری سنت کے مطابق ہو اس کو لے لو اور جو کچھ کتاب خدا اور میری سنت کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔ امام محمد تقی (علیہ السلام) نے مزید فرمایا: (ابوبکر کے متعلق) یہ روایت خدا کی کتاب سے موافقت نہیں رکھتی کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: ہم نے انسان کو خلق کیا ہے اور ہم ہی جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا ہے اور ہم اپنے بندہ سے اس کی شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔

کیا ابوبکر کی خشنودی یا ناراضگی خدا کے اوپر پوشیدہ تھی تاکہ وہ اس کو پیغمبر اکرم (ص) سے پوچھے؟ یہ بات عقلی طور پر محال ہے۔

یحییٰ نے کہا: روایت ہوئی ہے: ابوبکر اور عمر زمین پر آسمان میں جبرئیل کی طرح ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس حدیث کے متعلق بھی غور و فکر سے کام لو کیونکہ جبرئیل و میکائیل خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب و فرشتہ ہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کی اطاعت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوئے ہیں اور ان دونوں سے کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے، جبکہ ابوبکر اور عمر مشرک تھے اگرچہ ظہور اسلام کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، اور انکی اکثر و بیشتر عمر مشرک اور بت پرستی میں گزری ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند عالم ان دونوں کو جبرئیل اور میکائیل سے تشبیہ دے؟

یحییٰ نے کہا: اسی طرح روایت ہوئی ہے کہ وہ دونوں (ابوبکر اور عمر) اہل بہشت میں بوڑھے لوگوں کے سردار ہیں۔ اس حدیث کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس روایت کا صحیح ہونا بھی محال ہے کیونکہ تمام اہل بہشت جوان ہیں اور ان کے درمیان کوئی ایک بھی بوڑھا نہیں ہوگا۔ اس روایت کو بنی امیہ نے رسول اللہ ص کی اس حدیث کے مقابلہ میں جعل کیا ہے جو امام حسن اور امام حسین (علیہما السلام) کے متعلق بیان ہوئی ہے، نقل ہوا ہے کہ حسن و حسین، جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یحییٰ نے کہا: روایت ہوئی ہے کہ عمر بن خطاب اہل بہشت کے چراغ ہیں۔

آپ نے فرمایا : یہ بھی محال ہے کیونکہ بہشت میں خدا کے مقرب فرشتے، انبیاء ، آدم، محمد موجود ہیں پھر کس طرح ممکن ہے کہ بہشت ان کے نور سے روشن نہ ہو لیکن عمر کے نور سے روشن ہو جائے؟! یحییٰ نے کہا : روایت ہوئی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا : اگر میں نبوت کے لیے مبعوث نہ ہوتا تو یقیناً عمر مبعوث ہوتا ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : یقیناً قرآن کریم اس حدیث سے زیادہ سچا اور صحیح ہے، خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اور اس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اور بالخصوص آپ سے اور نوح (علیہ السلام)، ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) سے عہد لیا اور سب سے بہت سخت قسم کا عہد لیا۔ (43)

پھر کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو بدل دیتا؟ انبیاء میں سے کسی ایک نبی نے ذرا سی دیر کے لیے بھی شرک اختیار نہیں کیا، لہذا کس طرح ممکن ہے کہ خداوند عالم ایسے شخص کو نبوت کے لیے مبعوث کرے جس کی عمر کا اکثر و بیشتر حصہ خدا کے شرک میں گزرا ہو؟! یحییٰ نے کہا : روایت میں ذکر ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا : اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے علاوہ کسی اور کو نجات نہ ملتی ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : یہ بھی محال ہے کیونکہ خداوند عالم نے عذاب نازل ہونے کیلئے دو رکاوٹیں ذکر کی ہیں :

1۔ لوگوں کے درمیان رسول اللہ کا موجود ہونا؛

2۔ توبہ اور اسغفار ؛ 44 اور کچھ نہیں۔ (45)

یہ صرف ایک نمونہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح مختلف موضوعات میں روایتوں کو جعل کیا گیا ہے۔

چار: سنت میں تبدیلی

حدیث کی جمع آوری پر پابندی اور اس کے بلا واسطہ یا بلا واسطہ اثرات دوسری بدعتوں کے ساتھ مل کر سبب بنے کہ معاشرے کے اندر سنت نبوی میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہوں اور سنت پیغمبر دگرگون ہو جائے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکا اہل سنت مورخین اور محدثین نے بھی اعتراف کیا ہے، یہاں پر ہم چند نمونوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

امام شافعی وہب بن کیسان سے نقل کرتا ہے کہ:

كُلُّ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ غَيِّرَتْ حَتَّى الصَّلَاةِ؛

رسول اللہ کی تمام سنتیں تبدیل ہوئیں حتیٰ نماز بھی۔ (46)

2۔ زہری کہتا ہے:

"دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدَمَشَقٍ وَهُوَ وَحْدَهُ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يَبْكِيكَ قَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئاً مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ وَ قَدْ ضُيِعَتْ؛ (47)

دمشق میں انس ابن مالک کے ہاں حاضر ہوا جبکہ وہ اکیلے بیٹھے رو رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ کس چیز نے آپ کو رلادیا ہے؟ تو فرمایا کہ میں نے جن چیزوں کو درک کیا ان میں سے اس نماز کے علاوہ کسی چیز کو بھی نہیں جانتا لیکن نماز بھی (رسول اللہ کی وفات کے بعد) ضائع ہو گئی۔

3۔ مالک نے جدنی سے نقل کیا ہے:

"ما أَعْرِفُ شَيْئاً مِّمَّا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا لِدَعَاءِ بِالصَّلَاةِ وَ قَدْ ضُيِّعَتْ (48)

لوگوں سے نماز کے لیے پکارنے آذان کے علاوہ کسی بھی چیز کو نہیں سیکھا اور وہ بھی ضائع ہو گئی۔"

4۔ مسلم نے مطرف ابن عبداللہ سے نقل کیا ہے:

صَلَّيْتُ أَنَا وَ عُمَرَانُ بْنُ حَصِينٍ خَلَفَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ أَخَذَ عُمَرَانُ بِيَدِي ثُمَّ قَالَ لَقَدْ صَلَّيْنَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ (ص) أَوْ قَالَ قَدْ دَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ (ص)

میں نے عمران بن حصین کے ساتھ علی ابن ابی طالب ع کے اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے ایسا کیا کہ جب بھی سجدہ کیا تو تکبیر کہا اور جب دو رکعت کے بعد قیام کرتے تو تکبیر کہتے۔ جب آپ ع نے نماز پڑھ لی تو - مطرف کہتا ہے - "عمران ابن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اس (علی) نے محمد ص والی نماز پڑھائی یا کہا کہ اس (علی) نے محمد ص کی نماز یاد دلادی" (49) اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز بھی تبدیل ہو چکی تھی۔

5۔ بخاری عمران سے نقل کرتا ہے: ہم نے بصرہ میں علی ع کے اقتداء میں نماز ادا کی پس ان کا نماز پڑھنے نے ہمیں رسول اللہ ص کی نماز یاد دلادی۔" (50)

بخاری نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ سب خلفاء کے دور میں سنت میں تبدیلی پر دلالت کرتی ہیں۔

چھ: اختلاف کا وجود میں آنا:

جعل حدیث کا دروازہ کھلنے اور مختلف کلامی اور فقہی فرقوں کی وجود میں آنے کی بعد؛ معاشرے میں اختلافات بھی بڑھ گئے اور روز بروز ہر کوئی شخص یا گروہ جو کسی دوسرے شخص یا گروہ کو نا پسند کرتا اور اس کے ساتھ اختلاف سلیقہ پیدا کرتا تو جعل حدیث کے ذریعے ان سے جدا ہو جاتا اور اپنا ایک نیا گروپ تشکیل دیتا تھا۔ اگر مختلف گروہوں کی پیدائش اور اختلافات کی بنیادوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بدعتوں کی بنیاد ہمیشہ سنت ناب پیغمبر ص اور اہل بیت ع سے روگردانی میں پائی جاتی ہے۔

حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا نے اپنی تقریروں اور بیانات کے ذریعے انحرافات سے بچانے کی بہت زیادہ کوشش فرمائی۔ یہاں تک کہ انہوں اس راہ میں صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے لخت جگر کو قربان کیا اور آخر کار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی تاکہ پیغمبر ص کے فرامین اور سنت زندہ رہیں اور مسلمانوں کے درمیان انحرافات اور اختلافات پیدا نہ ہو۔ آپ نے اپنی کسی گفتگو میں فرمایا:

"أَمَّا وَاللَّهِ لَوْ تَرَكُوا الْحَقَّ عَلَى أَهْلِهِ وَ اتَّبَعُوا عِثْرَةَ نَبِيِّهِ لَمَا اخْتَلَفَ فِي اللَّهِ إِثْنَانٍ وَ لَوْرَثَهَا سَلَفٌ عَنْ سَلَفٍ وَ خَلَفٌ بَعْدَ خَلَفٍ حَتَّى يَقُومَ قَائِمُنَا النَّاسِغُ مِنْ وَلَدِ الْحُسَيْنِ...؛

آگاہ ہوجاؤ؛ خدا کی قسم اگر حق کو حقدار کے لئے چھوڑ دیتے اور رسول اللہ کی عترت کی اتباع کرتے تو دو نفر بھی ایک دوسرے کے ساتھ حکم خدا کے بارے میں اختلاف نہ کرتے اور امامت کو پہلے والا کسی پہلے والے سے اور ایک جانشین دوسرے جانشین کے بعد ارث میں لیتا یہاں تک کہ ہمارا قائم قیام کرتا جو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے نواں فرزند ہوگا۔ (51)

ایک جملے میں کہا جاسکتا ہے کہ احادیث پیغمبر (ص) کی نابودی اور انکی روایت کرنے پر پابندی نے جعل حدیث اور انحرافات کا بازار گرم کیا اور اس کے نتیجے میں مختلف فرقے اور مذاہب وجود میں آئے اور ہمیشہ کیلئے اسلامی معاشرے کو اختلاف سے دوچار کیا اور علوم اہل بیت ع سے محروم کیا یہ حالت ہجرت کی پہلی صدی کے آواخر یعنی عمر ابن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانے (99-101ق۔) تک جاری رہے۔ عمر ابن عبدالعزیز نے ایک جرأت مندانہ اقدام

کے تحت اس بری بدعت کو ختم کیا اور محدثین اور راویوں کی ترغیب کی خاطر باقاعدہ ایک حکم نامہ لکھا:
"اَنْظُرُوا حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ فَانْكُتُبُوهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَ ذِهَابَ أَهْلِهِ؛
 رسول اللہ کی احادیث میں دقت کرو پھر ان کو لکھو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں علم بے اہمیت نہ ہو جائے
 (اور علم کی روشنی بجھ جائے) اور صاحبان علم دنیا سے کوچ کرجائیں" (52)

خلاصہ

خلفاء کی طرف سے نقل حدیث پر پابندی کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کو نا قابل جبران نقصان اٹھانا پڑا؛
 احادیث نبوی کی نابودی؛ ابتدائی صدیوں میں حدیث کی کتابوں کا تدوین نہ ہوسکنا؛ جعلی احادیث کو فروغ
 ملنا؛ مختلف فرقوں کا وجود میں آنا اور مسلمان معاشرے کا شدید اختلافات کا شکار ہونا و... اس کام کی منفی
 اثرات میں سے تھے -
 اگر اہل بیت علیہم السلام کا وجود اور شیعہ راویوں کی فداکاریاں نہ ہوتی تو آج بہت سارے اسلامی قوانین کا نام
 و نشان نہ ہوتا۔

حوالہ جات:

- [1] . تدوین القرآن، کورانی، دارالقرآن الکریم، قم، ص368.
- [2] . کنز العمال، متقی ہندی، ج15، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ص291.
- [3] . الطبقات الکبری، محمد بن سعد، بیروت، دارصادر، ج3، ص287.
- [4] . مستدرک حاکم، ج1، بیروت، ص115.
- [5] . سابقہ حوالا.
- [6] . تدوین القرآن، ص385.
- [7] . سابقہ حوالا.
- [8] . تاریخ طبری، ج4، دارالمعارف، مصر، ص204.
- [9] . تاریخ المدینۃ المنورہ، ج2، ابن مشبہ، دارالفکر، قم، ص691.
- [10] . قصہ مدینہ، نظری منفرد، انتشارات سرور، ص334.
- [11] . تاریخ المدینۃ المنورہ، ج2، ص691.
- [12] . رک : قصہ مدینہ، ص334.
- [13] . مستدرک حاکم، ج1، ص104.
- [14] . سابقہ کتاب ، ج3، ص528.
- [15] . طبقات ابن سعد، ج4، ص26 و 262.
- [16] . رک. اجتہاد در مقابل نص، مرحوم شرف الدین عاملی؛ مانند تحریم متعہ و عقد موقت ، منع جمع بین دو نماز، نہی از گریستن و
- [17] . راستی این می توانست دلیلی برای سوزاندن آن ہمہ احادیث باشد؟ خردمندان داوری کنند.
- [18] . کنز العمال، ج15، ص285.
- [19] . بحار الانوار، ج2، ص3؛ لئالی الاخبار، ج2، ص254.

- [20] . طبقات ابن سعد، ج5، ص187 و 237.
- [21] . كنزالعمال، ج5، ص237.
- [22] . طبقات ابن سعد، ج5، ص187.
- [23] . سنن ابن ماجه، بيروت، داراحياء التراث العربى، ص11.
- [24] . هـمان، ص12.
- [25] . سيره پيشوايان، ص329.
- [26] . قصه مدينه، ص329.
- [27] . تدوين القرآن، ص385.
- [28] . رجال النجاشى، جامعه مدرسين، قم، چاپ چهارم، 1413 ق. شماره 887، ص326.
- [29] . المستدرک، ج1، ص103.
- [30] . صحيح بخارى، دار ابن كثير، بيروت، 1414ق، باب 53، حديث6212.
- [31] . شرح نهج البلاغه، ابن ابى الحديد، ج4، ص143.
- [32] . ر.ک : صحيح محمد بن اسماعيل بخارى، مكتبة الحميد احمد حنفى، مصر، كتاب البيوع و كتاب المزارعه.
- [33] . صحيح بخارى، ج7، باب 1، بخش نفقات.
- [34] . هـمان، باب53، حديث6213، كتاب الرقاق.
- [35] . احاديث بخارى و كلينى، هاشم معروف حسنى، ترجمه عزيز فيضى، مشهد، آستان قدس رضوى، ج1، ص132، 1373ش.
- [36] . مقدمه فتح البارى، على بن حجر عسقلانى، قاهره، داراحياء التراث، ج1، ص407؛ ج2، ص81.
- [37] . تاريخ بغداد، خطيب بغدادى، ج9، بيروت، ص449.
- [38] . هـمان.
- [39] . هـمان، ج3، ص309.
- [40] . صحيح مسلم، ج7، ص171.
- [41] . ر.ک : الحديث النبوى، جعفر سبحانى، مؤسسه امام صادق (ع)، ص40؛ سيره ابن هشام، ج2، ص396.
- [42] . صحيح بخارى، ج2، ص120؛ ج1، باب "الرخصه فى اللعب"؛ شهباهى پيشاور، سلطان الواعظين، ص223.
- [43] . احزاب/7.
- [44] . انفال/33.
- [45] . احتجاج، طبرسى، ج2، انتشارت اسوه، قم، اول، ص481، 1413ق.
- [46] . شافعى، الأُمّ، ج1، ص258.
- [47] . صحيح ترمذى، ج3، ص352.
- [48] . الموطأ، ج1، ص93.
- [49] . صحيح مسلم، ج2، ص8؛ باب اثبات التكبير من كتاب الصلاة، ج1، ص169.
- [50] . صحيح بخارى، ج1، ص200.
- [51] . بحارالانوار، داراحياء التراث العربى، بيروت، ج36، ص353؛ ر.ک : احقاق الحق، ج21، ص26.
- [52] . السنة قبل التدوين، عجاج خطيب، دارالفكر، قاهره، ص329.

